ایک حدیث

ابو ذرؓ کے معاشی نظریات

ترمذی میں حضرت انسؓ سے ایک روایت ہے کہ حضورؐ نے چند صحابہؓ کے فضائل یوں بیان فرمائے:
أمتی بامتی ابو بکرؓ، واشدھم فی امر اللہ عمرؓ، واشدھم حیاءً عثمانؓ، واقضاھم علیؓ واعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل، وافرضھم زید بن ثابت، واقرءھم اُبی بن کعبؓ، ولکل قوم امین وامین ھٰذہ الامۃ ابو عبیدۃ بن الجراح۔
یعنی اس امت محمدیہ سب سے زیادہ مہربان ابو بکرؓ ہیں، احکام الٰہی میں سب سے زیادہ پختہ عمرؓ، حیاء میں سب سے بڑھ کر عثمانؓ، فصل خصومات میں سب سے بہتر علیؓ، حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم معاذ بن جبلؓ، علم فرائض کے سب سے زیادہ واقف زید بن ثابتؓ، علم قرأت میں سب سے بڑھ کر ابی بن کعبؓ اور ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس اُمت کے امین ابو عبیدہؓ بن جراح ہیں۔
اس کے بعد ہی حضورؐ نے حضرت ابو ذر غفاریؓ کے فضائل نہایت نرالے اور شاندار الفاظ میں یوں بیان فرمائے کہ
وما اظلّت الخضراء وما اقلت الغبراء اصدق لھجۃ من ابی ذرٍّ اشبہ عیسی علیہ السلام فی ورعہ ......
یعنی یہ فلکِ نیلگوں کسی ایسے انسان پر سایہ فگن نہ ہوا اور یہ کرۂ زمین کسی ایسے شخص کو اپنی پشت پر نہ اُٹھا سکا جو ابو ذر سے زیادہ حق گو ہو۔ پرہیزگاری میں ابو ذرؓ نمونۂ مسیح ہیں۔
حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ بات ہم ابو ذرؓ کو بتا نہ دیں؟ فرمایا بتا دو۔ چنانچہ بتا دی گئی۔
اس حدیث کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ حضورؐ نے جس صحابی کی کوئی صفت بیان فرمائی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے اندر دوسری صفات حسنہ مفقود ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ اس میں فلاں صفت اس قدر نمایاں ہے کہ اس کی دوسری تمام صفات حسنہ پر غالب ہے اور وہ نمایاں صفت اس کی ذات کے ساتھ اس طرح وابستہ ہے کہ گویا اس کی ذات اسی مخصوص صفت سے عبارت ہے اور اس کی شخصیت کا تصوّر آتے ہی اس کی وہ صفت بھی اس طرح ذہن میں آجاتی ہے جیسے حاتم کے تصوّر کے ساتھ سخاوت اور رستم کے ساتھ شجاعت کا تصوّر بھی آجاتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے سب سے زیادہ رحم دل ہونے کے یہ معنی نہیں کہ ان میں

اور کوئی صفت بجز رحمت کے تھی ہی نہیں، یعنی نعوذ باللہ آپ میں نہ عدل تھا، نہ شجاعت، نہ صبر، نہ قناعت، نہ استقامت، نہ سخاوت ۔ یہ مطلب نہیں۔ غرض یہ ہے کہ دوسری صفات حسنہ اگر ننانوے فی صد ہیں تو رحمت سو فی صد ہے ۔تمام صحابۂ کرام کے متعلق فضائل و مناقب کو اسی پیمانے سے ناپئے اور اسی عینک سے دیکھئے۔

اس وقت دوسرے صحابہ کرام کے مناقب سے بحث کرنی مقصود نہیں۔صرف سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہمارے پیش نظر ہیں۔ان کے متعلق جو الفاظ حضورؐ نے فرمائے ہیں وہ اتنے پُرشکوہ اور اتنے شاندار ہیں جو اس روایت میں کسی دوسرے صحابی کے لئے نہیں۔اس کی عظمت کا اندازہ صرف اس سے کیجئے کہ سیدنا عمرؓ نے بجز حضرت ابوذرؓ کے اور کسی کے متعلق یہ دریافت نہ فرمایا کہ یا رسول اللہ! ہم انہیں یہ بتا نہ دیں؟ پھر یہ بھی دیکھئے کہ حضورؐ نے اس کی اجازت بھی دے دی ۔کیوں؟ اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے۔اوّلاً تو حضورؐ کو یہ کامل اعتماد تھا کہ ابوذرؓ کے اندر اپنی یہ اعلیٰ صفت معلوم ہونے کے بعد کوئی کبر و نخوت اور کوئی جذبہ کبریائی نہ پیدا ہوگا۔ بلکہ اس صفت میں اور مزید پختگی پیدا ہوگی۔ثانیاً یہ صفت معلوم ہونے کے بعد دوسرے صحابہ بھی اپنے اندر یہ مخصوص صفت پیدا کرنے کی اور زیادہ کوشش کریں گے۔ چنانچہ سائل (حضرت عمرؓ) کے متعلق تو ہم بلا تأمل کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے حضرت ابوذرؓ کی اس صفت کو اپنی زندگی کا مشن بنا لیا تھا۔

اب غور کیجئے سیدنا ابوذرؓ کی کس صفت کو اتنے اہتمام سے بیان فرمایا گیا ہے؟ اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ آپ نے زندگی کے کس خاص گوشے میں اس صفت کو قولاً اور عملاً اپنایا ہے؟

ذرا ان الفاظ پر غور کیجئے کہ اس نیلگوں آسمان کے سائے تلے اور اس زمین کی پشت پر ابوذرؓ سے زیادہ حق گو انسان دوسرا نہیں پیدا ہوا ہے۔ اور پرہیزگاری و تقوے میں ابوذرؓ مثیلِ مسیح ہیں۔کرام صحابہؓ میں دروغ گو اور غلط گفتار کوئی بھی نہ تھا۔سب ہی صدق بیانی راست گفتاری اور حق گوئی کے پیکر تھے۔آخر ابوذرؓ میں کون سی ایسی خاص حق گوئی اور صدق لسانی تھی جو ان کے افکار و گفتار و کردار پر چھائی ہوئی تھی اور جسے دیکھ کر حضورؐ نے یہ حکم لگا دیا کہ مادرِ گیتی کا کوئی فرزند ابوذرؓ سے زیادہ حق گو نہیں پیدا ہوا ہے؟ اس سوال کا جواب ابوذرؓ کی پوری زندگی اور آپ کا منفرد مشن ہے۔

سیدنا ابوذرؓ کا مشن کیا تھا؟ مال کی منصفانہ تقسیم اور اکتناز (ذخیرہ اندوزی) کی شدید مخالفت۔آپ کی تبلیغ کا محور یہ آیت تھی کہ:

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔

یعنی جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے راہِ خدا میں صرف نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی وعید سنا دو۔

خلافت عثمانی کے دور میں لوگوں نے عالی شان پختہ مکانات بنوالئے تھے جس میں اعلیٰ فرنیچر بھی ہوتے، عمدہ لباس پہننے لگے طرح طرح کے لذیذ کھانے کھانے لگے امراء بڑے بڑے انعامات دینے لگے اور زر و مال خوب جمع کرنے لگے۔ اس کا لازمی نتیجہ تھا معاشی زندگی میں توازن کا بگاڑ۔

ایک طبقہ خاصہ خوش حال اور دولت مند ہو گیا اور دوسرا اس کے مقابلے میں مفلوک الحال اور غریب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کی اپنی زندگی نہایت سادہ تھی اور ان کے معیارِ زندگی میں دوسرے مسلمانوں کے معیارِ زندگی سے کوئی ادنیٰ سا بھی امتیاز نہ تھا حضرات عثمانؓ و علیؓ کی ذاتی زندگی بھی ایسی ہی تھی۔ لیکن بہت سے صحابہ ایسے تھے جن کے پاس مال و دولت کافی جمع تھے۔ حضرت ابوذرؓ نے اس جمع مال اور اونچے معیارِ زندگی پر شدید نکتہ چینی شروع فرمائی اور اس باب میں کسی بڑے سے بڑے صحابی کی بھی پرواہ نہ کی۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی ضروریاتِ زندگی اور معاشیات کا جہاں تک تعلق ہے وہ ایک حیوانی سطح ہے اور دوسرے حیوانات کی طرح اسے بھی اپنے بقائے وجود کے لئے چند ضروریات کی احتیاج ہے۔ اس کے بعد اسے حیوانات کی سطح سے بلند کرنے والی چیز اخلاقی اقدار کا قیام ہے۔ ان ہی دونوں کے مجموعے کا دوسرا نام اسلام ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک ان ہی دو چیزوں پر بار بار زور دیتا ہے اور اسی کا خلاصہ ہے اقیموا الصلوٰۃ (اخلاقی قدریں) اور اٰتوا الزکوٰۃ (معاشی ہمواری) یہ دونوں اجزاء ایک دوسرے سے کچھ ایسے پیوستہ ہیں کہ ایک کے بغیر دوسرا بے معنی ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معیارِ زندگی ایک غریب ترین امتی سے زیادہ نہ تھا اور یہی خلفائے راشدین کا اندازِ زیست رہا۔ حضورؐ نے کبھی مال نہ جمع کیا اور اپنی زندگی کے معیار میں کوئی امتیازی شان روا نہ رکھی۔ حضورؐ نے یہ بھی کبھی نہ کیا کہ ایک کو اتنا دے دیا ہو کہ وہ بے انتہا امیر ہو گیا ہو اور دوسروں کو کچھ بھی نہ دیا ہو کہ وہ بے حد غریب ہو کر رہ گیا ہو۔

سیدنا ابوذرؓ نے جب لوگوں میں معاشی مساوات کا فقدان اور اکتناز سے پیدا ہونے والے تفاوت کو دیکھا تو برداشت نہ کر سکے اور امیروں کے جمع مال پر بڑی سختی سے نوٹس لینا شروع کر دیا اور انہیں کہا کہ اپنی زندگی کا معیار وہی رکھو جو سنت رسول کے مطابق ہے اور حضرات شیخینؓ کے عمل کے مطابق ہے۔ اپنا مال رفاہِ عام پر اور ناداروں پر صرف کرو اور جمع مال کر کر کے معاشی تفاوت نہ پیدا کرو۔ جناب ابوذرؓ سے یہ تفاوت برداشت نہ ہو سکتا تھا اس لئے بعض اوقات گفتگو میں سختی بھی کر جاتے تھے اور بڑے بڑوں پر بھی ہاتھ صاف کر جاتے تھے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے آپ کی پیہم شکائتیں کر کر کے حضرت عثمانؓ غنی کو متاثر کر لیا۔ حضرت عثمانؓ اس تبلیغ ابوذری کو بے موقع اور بے وقت سمجھ کر فتنہ قرار دے رہے تھے اور حضرت ابوذرؓ اس معاشی ناہمواری کو مستقل فتنہ سمجھ رہے تھے۔ بہرکیف اس کش مکش کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے حقِ امارت کو استعمال

کرتے ہوئے حضرت ابوذرؓ کو "ربذے" کے صحرا میں نظر بند ہو جانے کا حکم دے دیا۔ اطاعت امیر کے پیش نظر ابوذرؓ نے اسے قبول کر لیا اور زندگی بھر وہیں صحرائے ربذہ میں رہے۔ ان کے آخری وقت کے عجیب احوال بھی سن لیجئے۔

جب حضرت ابوذرؓ کا ربذے میں آخری وقت آیا تو آپ کی بیوی رونے لگیں۔ آپ نے پوچھا کیوں روتی ہو؟ کہنے لگیں کہ نہ آپ کے پاس اتنا مال ہے اور نہ میرے پاس اتنا کپڑا جو آپ کے کفن کے لئے کافی ہو سکے۔ آپ نے کہا اس لئے نہ رو۔ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے ایک آدمی صحرا میں مرے گا اور اس وقت اہل ایمان کی ایک جماعت وہاں عین وقت پر آموجود ہوگی (جو تجہیز و تکفین وغیرہ کرے گی)" اس وقت مجلس نبویؐ میں جتنے لوگ موجود تھے وہ سب کے سب یا تو کسی جماعت کی موجودگی میں مر چکے ہیں یا کسی آبادی میں۔ اور اب میرے سوا کوئی بھی ان میں کا باقی نہیں۔ میں ہی ہوں جو اس صحرا میں مر رہا ہوں۔ لہٰذا تم سڑک پر جا کر انتظار کرو۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ تمہیں ابھی نظر آجائے گا۔ نہ میں غلط کہہ رہا ہوں اور نہ مجھ سے حضورؐ نے (نعوذ باللہ) غلط کہا ہے ـــــ یہ خاتون سڑک پر انتظار کر ہی رہی تھیں کہ شتر سواروں کا ایک قافلہ لمبے لمبے ڈگ آگے بڑھاتا ہوا دکھائی دیا۔ خاتون کے پاس آکر ٹھہرا اور پوچھا۔ تم یہاں کیوں کھڑی ہو؟ بولیں کہ ایک ایسے مسلمان کی بیوی ہوں جس کی تجہیز و تکفین کا اجر تمہارے ذمّے ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون سا مسلمان ہے کہا ابوذر غفاری۔ یہ سن کر سب بول اٹھے کہ ابوذرؓ پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں۔ اس کے بعد سب لپک کر ان کے پاس پہنچے۔ ابوذر نے فرمایا، کہ تمہیں مبارک ہو کہ تم ہی وہ لوگ ہو جن کے بارے میں حضور اکرمؐ نے خبر دی تھی۔ پھر فرمایا کہ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر یہ فرمائش کرتا ہوں کہ تم میں جو شخص اس حکومت کا مقرر کردہ چودھری یا امیر یا قاعد ہو وہ مجھے نہ کفنائے۔ اتفاق سے ان میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو حکومت کے کسی نہ کسی عہدے پر فائز نہ ہو۔ صرف ایک انصاری نوجوان اس سے مستثنیٰ تھا۔ اس نے کہا کہ میری زنبیل میں دو کپڑے ہیں جو میری والدہ کے ہاتھ کے کاتے اور بُنے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ بس تم ہو میرے رفیق۔ (رواہ احمد والبزارؒ)

اس کے بعد چند ضروری باتیں بھی سن لیجئے:

(۱) اگر یہ روایت صحیح ہے۔ متناً اور سنداً، تو اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضورؐ نے ابوذرؓ کی موت کا جو نقشہ بطور پیش گوئی کھینچا ہے وہ یقیناً وحی تھی۔ یہ وحی قرآن میں نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے بعض اقسام وحی اس کے علاوہ بھی ہیں۔ ہم ان ہی دونوں وحیوں کو "تنزیل" اور "الہام" کے فرق سے یاد کرتے ہیں۔

(۲) حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوذرؓ کے درمیان جو کش مکش تھی اس میں سے کسی ایک کو برحق ماننے کے بعد دوسرے سے سوئے ظن پیدا ہو سکتا ہے لیکن صحابہ کرام سے جو حسن عقیدت ہم رکھتے ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں کو نیک نیت

اور ماجور تصور کیا جائے :

للمخطی اجر وللمصیب اجران ۔ نادانستہ خطا کار کا ایک اجر اور درست کار کے دو اجر

(۳) ہمارا خیال یہ ہے اور ہم اس میں نیک نیت ہیں کہ حضرت ابوذرؓ کا نظریہ بالکل قرآن و سنت کے مطابق تھا۔ اہلِ اسلام میں تنزّل اسی وقت سے شروع ہؤا ہے جب سے کہ سرمایہ داری اور جاگیرداری نے راہ پائی ہے۔ آج دنیا میں سب سے بڑا اہم مسئلہ معاشیات ہی کا ہے اور اس کا صحیح حل وہی ہے جو حضرت ابوذرؓ کا مشن تھا۔ اس کے بغیر دنیا میں ہمیشہ فساد ہوتا رہے گا۔ آیندہ دنیا میں اگر امن و امان قائم ہوگا تو لازماً انہی خطوط پر ہوگا جس کے علمبردار حضرت ابوذرؓ تھے۔ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کے بعد ہمارا صحیح معاشی لیڈر حضرت ابوذرؓ ہی ہے۔ اس فضیلت میں ان کا کوئی سہیم و مدِّمقابل نہیں۔

(۴) اس وقت ہمارے جو لیڈر یا حکام یا امرائے جماعت ایسے ہیں جن کا معیارِ زندگی اپنے ماتحتوں سے ذرّہ برابر بھی بلند ہے وہ سب کے سب بلا استثناء اسی غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں جس کی نشان دہی سیّدنا ابوذرؓ نے فرمائی تھی۔ ان کے اسلام دوستی کے نعرے کوئی حقیقت نہیں رکھتے، جب کہ خود ان کے اسلام کا آدھا حصّہ غیر اسلامی ہے۔

(۵) رسول اللہؐ اور خلفائے راشدین کے اندازِ زیست کے مقابلے میں، جب کہ قرآن اور سنت بھی اسی کی تائید کر رہے ہوں دوسرے صحابہ کے اندازِ حیات کو بطور سند پیش کرنا درست نہیں۔

(۶) ہمارے پاکستانی ملازمین جو آئے دن اضافۂ تنخواہ کے مطالبے کیا کرتے ہیں وہ بالکل غلط ہے۔ انہیں صرف ایک ہی مطالبہ کرنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ بڑے لوگ اپنی تنخواہیں گھٹا کر ہماری سطح پر آجائیں۔ سنتِ نبویؐ اور سنتِ خلفائے راشدین بھی یہی ہے کہ جو جتنے بلند منصب پر ہو اتنا ہی اس کا معیارِ زندگی پست ہو۔ اس سے خود بخود معاشی ہمواری پیدا ہو جائے گی۔

(۷) اسلام میں ملکیت کا کوئی تصور نہیں۔ جس کے پاس جو کچھ بھی ادنیٰ درجے کی ضروریات سے فاضل ہے وہ ان کا حق ہے جن کے پاس ضروریات سے کم ہے۔ (محمد جعفر)

مقامِ سنّت

مصنفہ مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی

وحی کی نوعیت، حدیث کی حیثیت اور اطاعتِ رسول کے مطلب پر سیر حاصل بحث۔ قیمت دو روپے چھ آنے

سکرٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ لاہور